مولانا صوفی عبدالحمید سواتی

مولانا سندھیؒ اور پروفیسر سرور مرحوم

پروفیسر محمد سرور صاحب مرحوم اصل میں گجرات قصبہ مدینہ سادات کے رہنے والے تھے۔ ابتداء میں انہوں نے گجرات کے اس ہائی سکول میں جس کو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے قائم کیا تھا۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی، اس دور میں اس سکول میں ملک نصر اللہ خان عزیز مرحوم اور ملک حسن علی صاحب آف شرقپور معلم کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ یہ سکول آزاد تھا اس کے بعد سرور صاحب جامعہ ملیہ دہلی میں داخل ہوئے اور وہاں تعلیم کی تکمیل کی۔ جامعہ ملیہ تمام برصغیر میں علیگڑھ یونیورسٹی کا بدل خیال کیا جاتا تھا۔ اور اس میں قومی ملی اور وطنی خصوصیات کا خیال کیا جاتا تھا اور ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کی قیادت میں یہ ادارہ اس دور میں خوب کام کرتا رہا اور برصغیر کے تمام صوبوں سے لوگوں نے اس ادارہ میں تعلیم حاصل کی کسی قدر مذہبی رجحان بھی اس ادارہ میں دوسرے کالجوں اور جامعات کی بہ نسبت زیادہ تھا اور برطانیہ کی متسلط حکومت کے خلاف بھی ایک قسم کا ذہن نمایاں ہوتا تھا۔ سرور صاحب نے جامعہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس ادارہ میں تعلیم دینی شروع کی اور پھر اس اثناء میں وہاں کے اہل حل وعقد کے مشورہ سے آپ مصر بھی گئے اور جامع الازہر اور مصر کے بعض دیگر جوامعات سے بھی کچھ علمی استفادہ کرتے رہے۔ عربی جدید میں کافی درک پیدا کیا اور پھر بدستور جامعہ ملیہ میں برصغیر کی تقسیم تک بطور معلم اور استاذ کام کرتے رہے، پھر پاکستان چلے آئے۔ بعض صحائف وجرائد کے اندر بطور مدیر بھی کام کرتے رہے، خاص طور پر شاہ ولی اللہؒ اکیڈمی کے ماہانہ مجلہ الرحیم میں، پھر ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے فکر ونظر میں بھی کام کرتے رہے، پروفیسر سرور صاحب بہت اچھے بااخلاق اور نہایت مہذب اور سلجھے ہوئے انسان تھے زبان میں کسی قدر لکنت تھی، قلم کے دھنی تھے۔ ان کے قلم سے بہت اچھی اچھی تحریریں سامنے آئی ہیں۔ اور کئی کتابوں کے تراجم بھی کئے ہیں مگر یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ سرور صاحب کوئی عالمِ دین نہیں تھے جس نے باقاعدہ درس نظامیہ کی تعلیم حاصل کی ہو اور عقلیات ونقلیات کا نصاب پڑھا ہو۔ وضع قطع میں بھی آزاد تھے۔ عربی کے ساتھ فارسی زبان سے بھی شناسا تھے۔

اور انگریزی میں کافی درک رکھتے تھے مطالعہ خوب کرتے تھے، اخذ کا ملکہ بھی خوب تھا تحریر بہت عمدہ ہوتی تھی احقر کے پاس پانچ مرتبہ ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے اور خط و کتابت کے ذریعے بھی احقر کا ربط ان کے ساتھ تقریباً پچیس سال تک رہا۔ پروفیسر صاحب کو خود اس بات کا احساس تھا کہ ان کی تعلیم یک طرفہ ہے۔ باقی جو انہوں نے اخذ کیا یا حاصل کیا وہ خود ان کے ذاتی شوق اور مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ احقر نے جب ایساغوجی کی شرح (تشریحات سواتی) (درس نظامیہ میں پڑھائی جانے والی ابتدائی منطق کی کتاب) جب ان کی خدمت میں پیش کی تو کہنے لگے کہ میں نے معقولات پڑھے نہیں، اس لیے آپ منطق پڑھا دیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں اور اب اس عمر میں اس کا موقع بھی نہیں، آپ اس اردو شرح سے اچھی طرح استفادہ کرسکتے ہیں، پروفیسر صاحب نے ایک مجموعہ "مولانا عبید اللہ سندھیؒ، حالاتِ زندگی تعلیمات، اور سیاسی افکار مرتب کیا ہے۔ یہ مجموعہ چھوٹے سائز (۳۰ - ۲۰) کے ۴۶۴ صفحات پر مشتمل ہے اور دوسرا مجموعہ افادات وملفوظات حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ بہ (۱۸×۲۲ / ۱۶ / ۸) سائز کے ۵۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں مجموعات بڑے اہم ہیں اور دونوں قابلِ تنقید ہیں۔ ان مجموعات میں تقریباً مولانا سندھیؒ کے بارہ میں صحیح، قابل وثوق، ضعیف، موضوع، غیر قابلِ اعتماد ہر قسم کی باتیں موجود ہیں اس لیے کلی طور پر یہ مجموعات اس قابل نہیں کہ ان میں تمام درج کردہ باتیں قابلِ اعتماد ہوں یا جن کی ذمہ داری حضرت مولانا سندھیؒ پر ڈالی جائے اور ان مجموعات کی ان باتوں میں جن کو مولانا سندھیؒ کا مسلک اور نظریہ کہا جاسکتا ہے اور جو باتیں ان کے نظریہ اور مسلک سے مطابقت نہیں رکھتیں ان میں امتیاز کرنا اگرچہ مشکل ہے، لیکن ضروری ہے، پروفیسر سرور صاحب کا تعلق مولانا سندھیؒ کے ساتھ اس طرح ہوا کہ مولانا سندھیؒ جب مکہ مکرمہ میں مقیم تھے تو انہوں نے جامعہ ملیہ کے سرکردہ حضرات کو لکھا کہ جامعہ کے کسی ایسے استاذ کو میرے پاس مکہ میں بھیج دیں جس کو میں کچھ ضروری باتیں سمجھا دوں۔ کیونکہ مولانا کی جب عمر آخری دور میں پہنچی تو انہیں شدید احساس تھا کہ ان کے ذہن میں عمر بھر کے تجربات ہیں اور جو باتیں ان کے مشاہدہ میں آئی ہیں اور ملک و ملت کے لیے اور دین و سیاست میں ان کا جاننا ناگزیر ہے وہ کہیں ان کے ذہن میں ہی نہ پڑی رہیں اور وہ دنیا سے رخصت ہوجائیں اور قرآن کریم کے پچاس سالہ مطالعہ اور تدریس کے اہم ترین نتائج جو ان کے ذہن میں محفوظ تھے اور امام شاہ ولی اللہؒ کی حکمت اور فلسفہ کے اہم حصے بالخصوص حجۃ اللہ البالغہ کے ذریعہ

حکیم الامتہ شاہ ولی اللہؒ نے جو تمام شرائع الہیہ بالعموم اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور دین کو ایک منظم شکل میں اور ایک بہترین نظام کی شکل میں جس طرح پیش کیا ہے۔ لیکن اس کا سمجھنا اتنا آسان نہیں کہ ہر صاحبِ علم اس کو سمجھ سکے، اس کی تربیت و تعلیم کے لیے جو مخصوص طریقِ کار ہو سکتا ہے۔ وہ مولانا سندھیؒ کے ذہن میں موجود تھا اس سے وہ دوسروں کے فائدے کے لیے اسے عام کرنا چاہتے تھے، لہٰذا کسی ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو جدید علوم سے باخبر ہو اور جو مولانا کی تحریر سمجھ سکتا ہو۔ عربیت سے بھی اس کو کچھ درک ہو، جامعہ کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب اور ڈاکٹر مجیب صاحب وغیرہ حضرات نے اس کام کے لیے پروفیسر سرور صاحب کو زیادہ موزوں خیال کیا اور ان کو مکہ مکرمہ روانہ کر دیا۔ اس طرح وہ مکہ میں پہنچ کر مولانا سندھیؒ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے لیکن بہت جلد ہی مولانا برصغیر کی طرف واپس آگئے۔ ان کو یہاں آنے کی اجازت مل گئی برطانیہ کے معتوب تھے اور پچیس سال کی جلاوطنی گزار کر حضرت مدنیؒ مولانا ابوالکلام آزادؒ اور بہت سے دیگر حضرات کی کوششوں سے برطانیہ نے مشروط طور پر واپس ملک آنے کی اجازت دے دی، دریں اثنا پروفیسر صاحب نے کچھ باتیں تو مکہ مکرمہ میں اخذ کیں اور باقی حصہ کچھ ہندوستان میں جب مولانا جامعہ ملیہ میں مقیم ہوئے تھے۔ اس وقت اخذ کیں، لیکن یہ کوئی باقاعدہ تعلیم نہیں تھی جو کتاب، مضمون یا یکسوئی کی شکل میں ہو۔ بلکہ یہ مجالس کی شکل میں ہوتی تھی، غیر مرتب اور بغیر کتاب کے زبانی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ جن کو پروفیسر سرور صاحب وہاں قلم بند بھی نہیں کر سکتے تھے بلکہ مجلس کے اختتام پر اپنے ٹھکانے پر جا کر اپنے حافظہ اور یادداشت کی شکل میں مرتب کرتے تھے۔ لہٰذا ان مرتب کی ہوئی کتابوں میں بہت سی چیزیں ایسی بھی آگئی ہیں جو قابلِ اندراج نہیں تھیں اور وہ المجالس بالامانتہ کے حکم میں تھیں اور بعض باتیں مبہم تھیں اور ان کی تشریح و تبیین کی ساری ذمہ داری سرور صاحب پر آتی ہے وہ مولانا کی تشریح و تفصیل ہی نہیں اور بعض باتیں مولانا کی پروفیسر صاحب سمجھ ہی نہیں سکے اور بعض باتیں بالکل اصول موضوعہ کیخلاف ہیں جو نہ مولانا سندھیؒ کی باتیں ہو سکتی ہیں۔ اور نہ وہ امام ولی اللہؒ کے فلسفہ سے مطابقت رکھتی ہیں۔

دعائے صحت

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ مکرمہ ان دنوں شدید علیل ہیں۔ قارئین کی خدمت میں ان کے لیے خصوصی دُعا صحت کی درخواست ہے (ادارہ)